21

# کیا تم آنے والی جنگ کے لئے تیاری کر رہے ہو؟

(فرمودہ 14 جون 1946ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"دنیا میں لوگ چھوٹے چھوٹے کاموں کے لئے بھی بڑی بڑی تیاریاں کرتے ہیں تب جا کر اُنہیں تسلی ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنی ذمہ داری کے ادا کرنے کا سامان پیدا کر لیا ہے۔ ایک دفعہ قادیان سے میاں شریف احمد صاحب جو میرے چھوٹے بھائی ہیں شکار کے لئے یوپی گئے۔ وہاں ایک احمدی آفیسر تھے۔ ضمنی طور پر مَیں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ان کے بڑے لڑکے جو اس وقت فوج میں کیپٹن ہیں ایک ابتلاء میں ہیں اور دعا کے لئے لکھ رہے ہیں۔ جن دوستوں کو توفیق ملے وہ ان کے لئے ضرور دعا کریں۔ وہ ایک جگہ تبدیل ہو کر گئے تھے وہاں پہلے ایک پارسی آفیسر تھا۔ جس نے بہت کچھ غبن کر لیا تھا۔ ان کے چارج لینے کے بعد اس نے ان پر الزام لگا دیا کہ انہوں نے غبن کیا ہے۔ بہر حال حقیقت ایک حد تک کھل گئی کیونکہ اس کی پہلی رپورٹیں ایسی نکل آئیں جو ان کی آمد سے پہلے کی تھیں اور جن میں اس نے مال میں کمی کو تسلیم کیا ہوا تھا۔ اِسی لئے گورنمنٹ نے ان پر مقدمہ نہیں چلایا بلکہ پارسی افسر پر مقدمہ چلایا ہے۔ لیکن پھر بھی جب تک پوری طرح صفائی نہ ہو جائے وہ خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس خطرہ سے انہیں محفوظ رکھے۔ ان کے والد ایک نہایت ہی مخلص احمدی تھے۔ انہوں نے میاں شریف احمد صاحب کو دعوت دی کہ آپ شکار کے لئے ہمارے ہاں آئیں۔ چنانچہ میاں شریف احمد صاحب ان کی دعوت پر شکار کے لئے گئے۔ گرمیوں کا موسم تھا، انہوں نے

جاتے ہی کہا کہ چلئے شکار کھیلیں۔ انہوں نے کہا شکار اِس طرح تھوڑا کیا جاتا ہے آپ ذرا صبر کیجئے، پہلے پوری طرح تیاری کر لیں پھر شکار کے لئے بھی چل پڑیں گے اس میں جلدی کی کونسی بات ہے۔ چنانچہ ایک دو دن انہوں نے تیاری میں لگا دیئے۔ آخر میاں شریف احمد کے اصرار پر وہ شکار کے لئے نکلے اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ رتھیں تیار کی گئیں، ان میں برفیں رکھی گئیں، پھلوں کے ٹوکرے لادے گئے، کھانوں کے بہت سے توشہ دان رکھے گئے اور پھر وہ ایک رتھ میں آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئے اور شکار کے لئے قافلہ چل پڑا۔ یہ ایک عجیب نظارہ تھا کہ جنگل میں سے کھانوں اور مختلف قسم کے ساز و سامان سے آراستہ رَتھیں گزر رہی ہیں، پان لگتے جا رہے ہیں، برفوں سے ٹھنڈے کئے ہوئے پھل کھائے جا رہے ہیں اور مقصد یہ ہے کہ شکار کیا جائے۔ میاں شریف احمد صاحب نے ان سے کہا کہ یہ دعوت ہوئی یا شکار ہوا؟ وہ کہنے لگے وہ بھی کیا شکار ہے کہ ٹانگیں تڑوا کر انسان شام کو واپس آ جائے اور نہ کچھ کھائے نہ پیئے۔ اب دیکھو یہ نتیجہ تھا اس احساس کا جو ان کے اندر پایا جاتا تھا کہ اگر ہم نے شکار کے لئے جانا ہے تو شکار پر جانے سے پہلے ہمیں اس کے لئے تیاری بھی کرنی چاہئے۔ جب کسی انسان کے اندر یہ احساس پیدا ہو جاتا ہے تو وہ چھوٹے سے چھوٹے کام کے لئے بھی تیاری شروع کر دیتا ہے اور یہی روح اسے بڑے کاموں کے لئے بھی مختلف قسم کی تیاریوں پر آمادہ کر دیتی ہے۔

اس دوران میں مجھے انہی کا ایک اَور واقعہ بھی یاد آ گیا۔ وہ ترقی کرتے کرتے ڈپٹی کمشنر کے عُہدہ پر جا پہنچے تھے اور گورنمنٹ کی طرف سے ایک ریاست کے منتظم مقرر ہوئے تھے۔ یہ 1934ء کی بات ہے جب گورنمنٹ نے مجھے کریمنل لاء امنڈ منٹ ایکٹ (Criminal Law Amendment Act) کے ماتحت نوٹس دیا تھا۔ مَیں نے اس نوٹس کے متعلق اپنے خطبات میں اظہارِ نفرت کیا اور جماعت کو توجہ دلائی کہ گورنمنٹ ہم سے یہ ظالمانہ سلوک اس لئے کر رہی ہے کہ ہماری جماعت چھوٹی ہے۔ اور وہ سمجھتی ہے کہ ہم اس جماعت سے جو سلوک بھی کر لیں وہ جائز ہے کیونکہ یہ جماعت ہم سے بدلہ لینے کی قوت نہیں رکھتی۔ لیکن گورنمنٹ کو یاد رکھنا چاہئے کہ گو ہم اس سے بدلہ نہیں لے سکتے لیکن ہمارا خدا اس سے بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس لئے گورنمنٹ کو یہ سودا بہت مہنگا پڑے گا۔ بے شک ہمارے پاس توپیں نہیں لیکن

خدا دوسروں کی توپیں اُن کی طرف پھیر دے گا اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ایک بیکس جماعت کو ستانا اور اس پر ظلم کرنا کتنی خطرناک بات ہے۔ چنانچہ اس کے چند سال بعد ہی جرمنی نے جنگ شروع کر دی اور خدا تعالیٰ نے ہمارا بدلہ لینے کے لئے دوسری قومیں انگریزوں سے لڑوا دیں۔ پھر مَیں نے اپنی جماعت کو اس طرف بھی توجہ دلائی تھی کہ گورنمنٹ کا یہ فعل یونہی نہیں۔ گورنمنٹ محسوس کرتی ہے کہ یہ ایک منظم جماعت ہے اور اس کے بڑھ جانے سے کئی قسم کے خطرات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور گو یہ حماقت اور نادانی کا احساس ہے لیکن بہر حال گورنمنٹ میں یہ احساس پیدا ہو چکا ہے کہ ایسا نہ ہو یہ جماعت بڑھ جائے اور ہمارے لئے کسی قسم کا خطرہ پیدا ہو جائے۔ اس وقت ہمارے یہ عزیز دوست جو اَب فوت ہو چکے ہیں ایک ریاست کے افسر تھے گویا نواب کے قائم مقام تھے اور گورنمنٹ کی طرف سے اس کام پر مقرر کئے گئے تھے۔ جب مَیں نے یہ خطبہ پڑھا ہے اس وقت وہ دورہ پر گئے ہوئے تھے اور جیسے مَیں نے ان کے شکار کی کیفیت بتائی ہے ویسی ہی کیفیت ان کے دورہ کی ہوا کرتی تھی۔ چونکہ وہ ایک اچھے خاندان میں سے تھے اور ان کے والد بھی بڑے زمیندار تھے اور بڑا زمیندار ہونے کی وجہ سے جو تعیُّش اور راحت و آرام کے سامان یو۔پی میں ہوتے ہیں ایک پنجابی زمیندار ان کا خیال بھی نہیں کر سکتا۔ وہاں اصلی ریاست ہوتی ہے اور بڑے زمیندار ایک قسم کے راجے سمجھے جاتے ہیں۔ بڑے تکلّف سے وہ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور ہر قسم کے عیش کے سامان ان کو میسر ہوتے ہیں۔ بچپن میں وہ ایک بڑے زمیندار کے گھر میں پلے تھے اور ہر قسم کے آرام کے سامان ان کو حاصل تھے۔ پھر گورنمنٹ سروس میں آئے تو پہلے ای۔اے۔سی بنے پھر ڈپٹی کمشنر کے عہدہ کے برابر کام کرتے رہے اور پھر ڈپٹی کمشنر مقرر ہوئے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ چارج لیتے مشیتِ ایزدی کے ماتحت فوت ہو گئے۔ جب میرا خطبہ شائع ہوا ہے اس وقت وہ اس ریاست کا دورہ کر رہے تھے جس کے وہ افسر تھے اور جیسے ریاستیوں کا دستور ہوتا ہے کہ بہت سے فوجی سپاہی ساتھ ہوتے ہیں، پہرہ دار ساتھ ہوتے ہیں، دفتر کا عملہ ساتھ ہوتا ہے، خیمے ساتھ ہوتے ہیں اور پھر جنگلوں میں خیمے لگتے اور آفیسر ارد گرد پھیل جاتے ہیں اِسی طرح وہ بھی بہت بڑے عملہ اور سپاہیوں اور پہرہ داروں کے ساتھ ریاست کا دورہ کر رہے تھے۔

جب دن بھر کے کام سے فارغ ہو کر وہ شام کے قریب اپنے خیمہ میں آئے اور انہوں نے ڈاک دیکھی تو میرا خطبہ ان کی نظر سے گزرا۔ انہوں نے خود مجھے لکھا کہ رات کے وقت مجھے آپ کا خطبہ پہنچا اور جب مَیں نے اسے پڑھا تو مجھے نہایت ہی ندامت اور شرمندگی محسوس ہوئی کہ ساری عمر تو مَیں نے آرام اور آسائش میں گزار دی ہے اب اسلام کے لئے قربانی کرنے کا وقت آیا ہے تو میرے جیسا آرام پسند انسان کدھر جائے گا۔ وہ کہتے ہیں اس خیال کے آنے پر مجھ پر کرب کی حالت طاری ہو گئی اور مَیں بے تاب ہو گیا کہ کہیں اس امتحان میں مَیں بے ایمان ثابت نہ ہو جاؤں۔ اس وقت مَیں نے اپنے نفس سے کہا کہ ابھی امام کی طرف سے کوئی آواز تو نہیں آئی لیکن مجھے اس کے لئے تیاری تو شروع کر دینی چاہئے۔ پھر مَیں نے سوچا کہ مَیں کیا کام کر سکتا ہوں اور کونسا ذریعہ ہے جس سے مَیں اپنے نفس کو مارنے کا کام لے سکتا اور تکلیف برداشت کر سکتا ہوں۔ مَیں نے کہا کہ اگر مَیں لڑائی میں شامل نہیں ہو سکتا تو کم از کم پہرہ تو دے سکتا ہوں مجھے اسی کی مشق کرنی چاہئے۔ چنانچہ مَیں نے بندوق اٹھائی اور اپنے خیمہ کے ارد گرد ساری رات پہرہ دیتا رہا۔ اس وقت جتنے افسر اور سپاہی وہاں موجود تھے انہوں نے جب دیکھا کہ مَیں اپنے خیمہ کے ارد گرد پہرہ دے رہا ہوں تو انہوں نے سمجھا کہ مَیں پاگل ہو گیا ہوں۔ چنانچہ ساری ریاست میں یہ بات پھیل گئی کہ فلاں افسر پاگل ہو گیا ہے۔ تو دیکھو یہ ایک حِس تھی جو ان میں کام کر رہی تھی۔ وہ شکار پر جانے کے لئے بھی تیاری کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ وہ شکار ہی کیا ہوا جس کے لئے انسان کوئی تیاری نہ کرے اور شام کو تھکا ماندہ واپس آ جائے۔ یہ عادت اس وقت بھی ان کے کام آ گئی جب انہوں نے امام کی آواز سنی کہ جماعت کے لئے قربانی کا وقت قریب آ گیا ہے تو انہوں نے سمجھا کہ کوئی کام بغیر تیاری کے نہیں ہو سکتا۔ مجھے ابھی سے اس کے لئے تیاری شروع کر دینی چاہئے۔ چنانچہ وہ شخص جس کے لئے دوسرے لوگ خود پہرہ دے رہے تھے، جس کے ارد گرد بیسیوں پولیس کے افسر موجود تھے آپ بندوق پکڑ کر خیمہ کے ارد گرد ساری رات پہرہ دیتا رہا۔ واقع یہ ہے کہ کوئی کام تیاری کے بغیر ہو نہیں سکتا۔

مَیں نے جماعت کو متواتر اور بار بار توجہ دلائی ہے کہ آخر ہمارے کام کس طرح ہوں گے۔ محض ایک شخص کی آواز سن کر واہ وا کہہ دینا یا کسی کا نام لے کر کہہ دینا کہ فلاں شخص بڑا

اچھا کام کر رہا ہے اس سے دوسروں کی ذمہ داری ادا نہیں ہوتی بلکہ بڑھ جاتی ہے۔ اگر کسی شخص کو اس کی ذمہ داری سے آگاہ نہ کیا جائے یا وہ شخص اپنی ذمہ داری کو سمجھنے کی اہلیت نہ رکھے تو وہ خدا تعالیٰ کے سامنے عذر کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ مجھ سے اگر غلطی ہوئی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے اپنی ذمہ داریوں کی طرف کسی شخص نے توجہ نہیں دلائی۔ یا میری عقل اتنی ناقص تھی کہ مَیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی اہلیت اپنے اندر نہیں رکھتا تھا۔ لیکن تمہارے متعلق یہ بات نہیں کی جا سکتی۔ تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ ہمیں اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ نہیں کیا گیا۔ دنیا کا کوئی ذریعہ نہیں جو مَیں نے باقی چھوڑا ہو۔ ہر ذریعہ سے مَیں نے جماعت کو اس کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ہر اہم پہلو مَیں نے جماعت پر اس کی تمام تفاصیل کے ساتھ واضح کیا ہے اور ہر قربانی کی طرف مَیں نے اس کو بلایا اور بار بار بلایا ہے۔ مَیں نے جماعت پر اس کی ذمہ داریوں کو مالی لحاظ سے بھی واضح کیا ہے، جانی لحاظ سے بھی واضح کیا ہے، وقت کی قربانی کے لحاظ سے بھی واضح کیا ہے، علم کے لحاظ سے بھی واضح کیا ہے، وطن کے لحاظ سے بھی واضح کیا ہے، سیاست کے لحاظ سے بھی واضح کیا ہے، اقتصاد کے لحاظ سے بھی واضح کیا ہے۔ غرض زندگی کا وہ کونسا شعبہ ہے جس کے متعلق مَیں نے بار بار اور بار بار توجہ نہیں دلائی۔ جس کی اہمیت مَیں نے واضح نہیں کی اور جس کی ضرورت مَیں نے جماعت پر منکشف نہیں کی۔ مَیں نے ہر پہلو کو اختیار کیا اور ہر ذریعہ جس سے کام لیا جا سکتا تھا اس سے مَیں نے کام لیا۔ تم میں سے کئی ہیں جن کے لئے میرا وجود نجات کا باعث بنا مگر تم میں سے کئی ہیں جن کے لئے میرا وجود عذاب کا بھی باعث ہے کیونکہ تم خدا کے سامنے اپنی کوتاہیوں کے متعلق اب کوئی عذر پیش نہیں کر سکتے۔ پس میرا وجود جہاں تم میں سے بُہتوں کے لئے ہدایت کا باعث ہے وہاں میرے وجود نے تمہارے لئے کوئی عذر بھی باقی نہیں چھوڑا۔ تم اپنی بریت کے لئے خدا تعالیٰ کے سامنے کوئی پہلو بھی تو پیش نہیں کر سکتے اور کسی ایک امر کے متعلق بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں اِس کا پتہ نہیں تھا یا اُس کا پتہ نہیں تھا۔ قیامت کے دن خدا تعالیٰ مجھے تمہارے سامنے پیش کر دے گا اور کہے گا اس نے تمہیں تمام باتوں سے ہوشیار کر دیا تھا مگر تم پھر بھی ہوشیار نہ ہوئے، اور تم نے اپنی ذمہ داریوں کا کچھ بھی احساس نہ کیا۔ اور تم میں سے بعض کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے بشیر بنا کر بھیجا ہے اور تم

میں سے بعض کے لئے خدا نے مجھے نذیر بنا کر بھیجا ہے کیونکہ میرے ذریعہ سے تم پر حجت تمام ہو گئی ہے اور قیامت کے دن تم خدا تعالیٰ کے سامنے کوئی عذر پیش نہیں کر سکتے۔ دن بدن سلسلہ کے مقاصد قریب سے قریب تر آتے جا رہے ہیں اور وہ دن اب بالکل قریب آ پہنچا ہے جب دنیا دیکھے گی کہ احمدیت اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی ہے یا نہیں۔ شیطان بڑی بے تابی سے اس دن کا انتظار کر رہا ہے جب احمدیہ جماعت اس کے ساتھیوں کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر میدانِ جنگ سے پیٹھ موڑ کر بھاگ جائے گی۔ اور فرشتے بھی بڑی بے تابی سے اس دن کا انتظار کر رہے ہیں جب شیطان کو شکست فاش دے کر تم واپس لَوٹو گے۔ تمہارے قدم میں کوئی تزلزل پیدا نہ ہو گا، تمہاری قوتوں میں اضمحلال رونما نہ ہو گا اور تم دشمن کو میدان سے ہمیشہ کے لئے بھگا دو گے۔ یہ دونوں الگ الگ امیدیں لگائے بیٹھے ہیں اور دونوں تمہارے کام کے نتائج کے منتظر ہیں۔ یہ تمہارے اختیار میں ہے کہ تم شیطان کو مایوس کرو یا فرشتوں کو۔ تمہیں دیکھنا چاہئے کہ آیا تمہارے کاموں کی وجہ سے شیطان معقول طور پر یہ امید کر سکتا ہے کہ تم میدان سے بھاگ نکلو گے؟ یا تمہاری تیاریاں فرشتوں کو جائز طور پر یہ امید دلانے کا موجب بن سکتی ہیں کہ تم خدا تعالیٰ کے جانباز اور بہادر سپاہی ثابت ہو گے اور اسلام کی فتح کا جھنڈا لہراتے ہوئے واپس لوٹو گے؟ دونوں میں سے کسی ایک چیز کا فیصلہ تم کر سکتے ہو۔ مَیں نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ ہر وقت کر سکتا ہے کیونکہ وہ دلوں کے حالات کو جاننے والا ہے۔ اور باقی دنیا کام کے بعد کوئی نتیجہ نکال سکتی ہے پہلے نہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے بعد تمہیں بھی یہ طاقت حاصل ہے کہ تم اپنے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے فیصلہ کرو کہ تمہارے کام شیطان کو امید دلانے والے ہیں یا فرشتوں کو امید دلانے والے ہیں۔ تم اسلام کی فتح کا موجب بنو گے یا اسلام کی شکست کا موجب بنو گے۔ کیونکہ تمام کام قلب سے تعلق رکھتے ہیں اور تم اپنے قلبی حالات کا جائزہ لے کر آسانی سے فیصلہ کر سکتے ہو کہ تم اس قسم کی تیاری کر رہے ہو جو اسلام کی فتح کا موجب ہو گی یا اس قسم کی تیاری کر رہے ہو جو اسلام کی شکست کا موجب ہو گی۔

مَیں دیکھتا ہوں کہ کوئی ملک بھی تو ایسا نہیں جہاں ایک شور برپا نہیں اور جہاں احمدیت کے لئے آوازیں بلند نہیں ہو رہیں۔ اسی ہفتہ میں متعدد جگہوں سے جو خطوط آئے ہیں

ان سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر ملکوں میں شور مچا ہوا ہے اور وہ اسلام اور احمدیت کے متعلق زیادہ سے زیادہ اپنی رغبت کا اظہار کر رہے ہیں۔ ابھی مشرق کی طرف سے ایک چِٹھی آئی ہے جس میں ایک ڈچ اور ایک جرمن کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اسلام کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک احمدی ہو چکا ہے اور دوسرا احمدیت کے بہت قریب ہے اور وہ ارادہ کر رہے ہیں کہ ہم اپنے ممالک میں تبلیغ کے لئے چلے جائیں۔ اسی طرح ہمارے پرانے نو مسلم جن سے جنگ کی وجہ سے ہمارا تعلق کٹ گیا تھا اور جن سے اس دوران میں ہماری خط و کتابت بھی نہیں رہی تھی، ہم سمجھتے تھے کہ چونکہ وہ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اب اسلام کی تعلیم ان کے دلوں سے مٹ چکی ہو گی اور وہ پھر اپنے آبائی مذہب کی طرف لوٹ گئے ہوں گے مگر جنگ کے ختم ہونے پر اب پھر ان کی طرف سے خطوط آنے شروع ہو گئے ہیں۔ جنگ کے دوران میں بھی البانیہ کے ایک فوجی افسر کی طرف سے خط آیا تھا کہ احمدیت کا لٹریچر مجھے جلد بھجوایا جائے کیونکہ لوگ سخت متمنی ہیں۔ لیکن ہم انہیں لٹریچر بھجوا نہیں سکتے تھے کیونکہ جنگ کی وجہ سے اجازت نہیں تھی لیکن اس سے پتہ لگتا تھا کہ ایمان کی چنگاری ابھی ان کے دلوں میں سُلگ رہی ہے۔ اب اسی ہفتہ میں اور نو مسلموں کی طرف سے بھی چٹھیاں آنی شروع ہو گئی ہیں۔ چنانچہ ایاز صاحب جو ہنگری اور پولینڈ کے مبلغ رہ چکے ہیں ان کے ذریعہ جو لوگ اسلام میں داخل ہوئے تھے ان میں سے ایک نو مسلم کی چٹھی آئی ہے۔ جس میں اس نے اپنا اور ایک اور دوست کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ ہم فلاں جگہ ہیں اور ٹرکی یا اَور کسی قریب کے ملک میں جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ بھی اس بارہ میں ہمارے لئے کوشش کریں اور تبلیغ کے متعلق ہدایت دیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں اسلام کی سچی محبت ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اور لوگوں تک بھی اسلام کا پیغام پہنچائیں۔ اسی طرح کل اٹلی کے مبلغ مولوی محمد شریف صاحب کی طرف سے خط آیا ہے کہ یوگوسلاویہ کے تین بڑے بڑے آدمی جن میں سے ایک انجینئر، ایک ڈاکٹر اور ایک اَور تعلیم یافتہ شخص ہے اس بات کے لئے تیار ہیں کہ قادیان آئیں اور احمدیت سیکھ کر تبلیغ کا کام کریں۔ اسی طرح روم کے ایک بڑے آدمی کے متعلق انہوں نے لکھا ہے کہ وہ احمدیت کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ یہ خبریں ہیں جو مختلف ممالک کی طرف سے

آ رہی ہیں۔ مگر یہ خبریں ہمارے لئے کس طرح خوشی کا موجب ہو سکتی ہیں؟ بے شک ایک نادان انسان ان خبروں کو پڑھتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ لیکن عقلمند انسان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب وہ ایسی خبریں سنتا ہے تو اس کا دل اپنی کمزور حالت کو دیکھ کر رنج سے بھر جاتا ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت بیرونی ممالک کے مشنوں کا موجودہ بوجھ بھی مشکل سے اٹھا رہی ہے۔ پس نئے ممالک جو ہم سے مبلغ مانگ رہے ہیں ہم ان کا کیا علاج کر سکتے ہیں اور کونسا ذریعہ ہے جس سے ہم ان کی ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسا تکلیف دہ نظارہ ہے کہ ہماری کیفیت بالکل وہی ہو رہی ہے جو ایک جنگ میں مسلمان سپاہیوں کی تھی۔

ایک جنگ کا واقعہ ہے۔ اس میں بعض مسلمان شدید زخمی ہوئے اور وہ پیاس کی شدت کی وجہ سے زمین پر تڑپنے لگ گئے۔ ایک صحابی جس کے پاس پانی کی چھاگل تھی اس نے جب بعض صحابہؓ کو میدان جنگ میں شدتِ پیاس کی حالت میں تڑپتے دیکھا تو وہ بے تاب ہو گیا۔ اور پانی کی چھاگل لے کر ان میں سے ایک کے قریب گیا اور چھاگل اس صحابی کے آگے کی تاکہ وہ اس سے پانی پی سکے۔ جب اس نے دیکھا کہ ایک مسلمان پانی کی چھاگل لئے میرے قریب کھڑا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ مَیں اس سے پانی پی کر اپنی پیاس بجھاؤں تو اس نے اپنے پہلو میں ایک دوسرے مسلمان زخمی کی طرف اشارہ کیا۔ مطلب یہ تھا کہ اسے مجھ سے زیادہ پیاس ہے تم مجھے پانی نہ پلاؤ بلکہ میرے دوسرے ساتھی کی طرف چھاگل لے جاؤ اور اسے پانی پلاؤ۔ یہ صحابی چھاگل لے کر اس دوسرے کے قریب پہنچا تو اس نے اپنے پہلو میں پڑے ہوئے ایک تیسرے شخص کی طرف اشارہ کیا کہ وہ پانی کا مجھ سے بھی زیادہ محتاج ہے تم اس کے پاس پانی لے جاؤ اور مجھے مت پلاؤ۔ وہ تیسرے کے پاس پہنچا تو اس نے چوتھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میرا فلاں بھائی مجھ سے بھی زیادہ پانی کا محتاج ہے تم جاؤ اور اس کو پانی پلاؤ۔ اس طرح ہر شخص نے بجائے خود پانی پینے کے اپنے پہلو کی طرف اشارہ کر کے اسے دوسرے بھائی کی طرف بھیج دیا۔ وہ دس بارہ آدمی تھے جو میدانِ جنگ میں زخمی پڑے تھے۔ انہوں نے باری باری اسے اپنے سے پرے بھیجنا شروع کیا اور کہا کہ ہمارا دوسرا ساتھی ہم سے زیادہ پانی کا محتاج ہے۔ جب وہ آخری زخمی سپاہی کے پاس پہنچا تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ اور جب وہ پھر واپس لَوٹا تو اس نے

دیکھا کہ ان میں سے ہر سپاہی پیاس کی شدت سے فوت ہو چکا تھا۔1 مگر اس کام میں تو ایک خوشی بھی تھی۔ ہر مرنے والا یہ سمجھتے ہوئے مرا کہ مَیں اسلام کے لئے قربان ہو رہا ہوں۔ مَیں اپنے آرام کو اپنے بھائی کے لئے قربان کر رہا ہوں اور دیکھنے والوں کے لئے بھی خوشی تھی کہ یہ ایک ایسا تاریخی واقعہ ہے جس کے ذریعہ ہم اپنی اولادوں کو ہمیشہ زندہ رکھ سکتے ہیں اور انہیں بتا سکتے ہیں کہ تمہارے باپ دادا کس طرح قربانی کیا کرتے تھے۔

مگر ہمارا حال ایسا ہے کہ اس میں ہمارے لئے کوئی بھی خوشی کی بات نہیں۔ اگر ہم مختلف ممالک کے لئے تبلیغ کا سامان مہیا نہیں کریں گے تو وہ کونسا سبق ہو گا جو اس ذریعہ سے ہم اپنی اولادوں کے لئے چھوڑ جائیں گے اور وہ خوش ہوں گے کہ ہمارے باپ دادا بڑی قربانی کرنے والے تھے۔ ان پیاس سے مرنے والوں کا ذکر سن کر تو آج بھی ہر شخص کا دل خوشی سے بھر جاتا ہے اور وہ کہتا ہے میرے باپ دادا کتنے بزرگ تھے کہ موت کی حالت میں بھی وہ اپنی ضروریات پر دوسرے کی تکلیف کو مقدم رکھتے تھے اور اپنی جان دوسروں کو دینے کے لئے تیار رہتے تھے۔ لیکن ہم کیا کہیں گے اور کونسا نمونہ اپنی نسلوں کے لئے چھوڑ جائیں گے۔ کیا ہماری نسلیں یہ کہیں گی کہ ہمارے بزرگ اتنے بلند پایہ اور اتنا شاندار کام کرنے والے تھے کہ لوگ ان سے تبلیغ کے لئے آدمی مانگتے تھے اور وہ نہیں دیتے تھے؟ سلسلہ ان سے تبلیغ کے لئے روپیہ مانگتا تھا اور وہ روپیہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے۔ ان کو اپنے آرام اور اپنی آسائش کا تو ہر وقت خیال رہتا تھا لیکن خدا اور اس کے رسول کا نام پھیلانے کے لئے ان کے دلوں میں کوئی جوش پیدا نہیں ہوتا؟ یا اتنا جوش پیدا نہیں ہوتا تھا جتنا ضروری تھا؟ آخر غور کرو کہ کیا ہم ان باتوں پر فخر کر سکتے ہیں؟ یا کیا ہماری اولادیں ان باتوں پر فخر کر سکتی ہیں۔ یا اگر ہماری طرف سے یہ باتیں پیش کی جائیں تو کیا ہماری اولادیں بلند حوصلہ ہو سکتی ہیں؟ یا کیا ان باتوں کے ذریعہ وہ اپنے ایمانوں کو تازہ کر سکتی ہیں۔ اس قسم کی باتیں تو ہمارے سر آئندہ نسلوں میں نیچا کر دیں گی اور ان کی ہمتوں کو پست اور قوتوں کو مضمحل کر دیں گی۔ جب تک کسی کے کان میں امام کی طرف سے آواز نہیں آتی اس وقت تک ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ مجھے ابھی آواز نہیں آئی۔ اگر آواز آئی تو مَیں سب کچھ اسلام کے لئے قربان کر دوں گا۔

لیکن آواز آنے کے بعد کسی کا پیچھے رہ جانا یقیناً افسوس کی بات ہوتی ہے۔ رسول کریم ﷺ جب بدر کی جنگ کے لئے تشریف لے گئے تو بعض کا خیال تھا کہ اس وقت کوئی بڑی جنگ نہیں ہو گی، محض کفار کے ایک تجارتی قافلہ سے مقابلہ ہو گا۔ اور گو رسول کریم ﷺ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے علم ہو چکا تھا کہ لڑائی ہو گی مگر آپؐ نے اس کو ظاہر نہیں کیا۔ اس وجہ سے بہت سے مخلص صحابہؓ مدینہ میں ہی رہ گئے، ساتھ نہیں گئے۔ وہاں پہنچے تو لڑائی ہو گئی اور لڑائی بھی ایسی شان کی کہ جس نے مکہ کی شان و شوکت کو بالکل ہلا دیا اور لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ مکہ کی طاقت ایسی نہیں جس کا مقابلہ نہ ہو سکے۔ جب یہ خبریں مدینہ میں پہنچیں اور لشکرِ اسلام بدر سے واپس لَوٹا تو لوگ ان صحابہؓ کے ارد گرد جو لڑائی میں شامل ہوئے تھے جمع ہو جاتے اور کہتے لڑائی کا کوئی حال سناؤ۔ وہ سناتے کہ ہم اس اس طرح رسول کریم ﷺ کے ارد گرد لڑے اور ہم نے اپنی جانیں اسلام کے لئے قربان کیں۔ دشمن اتنی زیادہ تعداد میں تھا اور ہماری تعداد اس قدر قلیل تھی۔ پھر باوجود اس کے کہ وہ بڑے بڑے ماہر اور تجربہ کار جرنیل تھے ہمارے بچے نکلے اور انہوں نے ابو جہل کو جو تمام فوج کا سپہ سالار تھا مار گرایا۔ مَیں نکلا تو فلاں کو قتل کر دیا۔ فلاں نے فلاں کو قید کر لیا۔ وہ لوگ جو مجلس میں بیٹھے ہوتے تھے وہ ان باتوں کو سنتے تو لطف اٹھاتے اور ان کی بہادری کی ان کو داد دیتے۔ لیکن مخلصین کا دل ان واقعات کو سن کر اندر ہی اندر پگھلتا رہتا اور انہیں افسوس ہوتا کہ قربانی کا ایک موقع آیا تو ہم پیچھے رہ گئے اور یہ لوگ دوڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے قُرب کے میدان میں بڑھ گئے۔ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک مالک انصاریؓ بھی تھے۔ جس وقت صحابہؓ اپنے واقعات سناتے اور دوسرے لوگ اُن کو داد دیتے ہوئے کہتے کہ کمال کر دیا، حد کر دی، اتنی قربانی کسی اَور نے کیا کرنی ہے، تم نے تو ایثار کا بے مثال نمونہ دکھایا ہے۔ اس وقت مالکؓ غصہ سے بھر جاتے اور کہتے یہ کونسی بات ہے؟ مَیں ہوتا تو بتاتا کہ لڑائی کیا چیز ہے۔ اب بظاہر یہ ایک جھوٹی لاف زنی ہے، بظاہر یہ بزدل آدمی کا کام ہے کہ وہ خود تو کوئی کام نہیں کرتا لیکن جب کوئی دوسرا کام کرتا ہے تو اسے طعنہ دینے لگ جاتا ہے۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حقیقی مخلص اور بہادر انسان کے منہ سے بھی مجبوراً ایسے فقرے نکل جاتے ہیں۔ چونکہ عام طور پر صحابہؓ کو یہ خیال تھا کہ لڑائی

نہیں ہو گی اور رسول کریم ﷺ کسی خطرہ میں نہیں جا رہے اس لئے بہت سے صحابہؓ باوجود اخلاص اور بہادری کی روح اپنے اندر رکھنے کے پیچھے رہ گئے تھے۔ چنانچہ بدر کے موقع پر جب لڑائی کی صبح آئی تو رسول کریم ﷺ کی خدمت میں صحابہؓ حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! میدان جنگ سے پیچھے فلاں جگہ ہم نے ایک سٹیج تیار کر دیا ہے آپ وہاں بیٹھئے اور خدا تعالیٰ سے اسلام اور مسلمانوں کی فتح کے لئے دعائیں مانگئے۔ پھر انہوں نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی حکمت کے ماتحت ہم اس جنگ میں کامیاب نہ ہو سکیں اور سب کے سب مارے جائیں۔ صحابہؓ نے یہ نہیں کہا کہ ہم شکست کھا جائیں یا بھاگ جائیں کیونکہ وہ شکست کھانا اور بھاگنا جانتے ہی نہیں تھے۔ انہوں نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! ہو سکتا ہے کہ ہم سب کے سب مارے جائیں۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! ہم نے آپ کی حفاظت کے لئے سب سے تیز تر اونٹنی جو ہمارے قافلہ میں تھی چُن کر وہاں باندھ دی ہے۔ اسی طرح ایک دوسری اونٹنی ابو بکرؓ کے لئے باندھ دی ہے جو ہم سب میں سے زیادہ قابلِ اعتبار آدمی ہے اور جس کے متعلق ہم ہر طرح یقین رکھتے ہیں کہ وہ آپ کی حفاظت کرے گا۔ یَارَسُوْلَ اللّٰہ! اگر ہم سب کے سب مارے جائیں تو آپؐ اور ابو بکرؓ ان اونٹوں پر سوار ہو کر مدینہ چلے جائیں۔ وہاں ہمارے ایسے بھائی موجود ہیں جو قربانی اور اخلاص میں ہم سے کم نہیں۔ مگر ان کو پتہ نہیں تھا کہ جنگ ہونے والی ہے۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! اگر اُنہیں پتہ ہوتا کہ جنگ ہونے والی ہے تو وہ پیچھے رہنے والوں میں سے نہ ہوتے۔ پس آپ اُن کے پاس جائیے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ہمارے مرنے کے بعد اسلام کے جھنڈے کو کھڑا رکھیں گے اور ہر قسم کی قربانی سے کام لیں گے۔[2]

پس صحابہؓ نے بھی شہادت دی ہے کہ مدینہ میں پیچھے رہنے والوں میں کثرت ایسے لوگوں کی تھی جو بدری صحابہؓ سے کم نہیں تھے بلکہ رسول کریم ﷺ اور دین اسلام کی حفاظت کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ مالکؓ بھی انہیں میں سے ایک تھے۔ جب وہ دیکھتے کہ صحابہؓ اپنی بہادری کے واقعات سنا رہے ہیں اور لوگوں کو بتا رہے ہیں کہ ہم نے یوں قربانیاں کیں تو وہ بے تاب ہو کر کہتے مَیں ہوتا تو تمہیں دکھاتا کہ کس طرح لڑائی کی جاتی ہے۔

بے شک تم نے بڑا کام کیا لیکن پھر بھی اگر مَیں ہوتا تو تمہیں دکھاتا کہ بڑا کام کسے کہتے ہیں۔ عام طور پر جیسا کہ مَیں نے کہا ہے ایسے لوگ بزدل ہوتے ہیں، کمینے ہوتے ہیں اور دوسرے کی بہادری دیکھ کر اس کو برداشت نہیں کر سکتے مگر وہ واقعہ ایسا تھا کہ صحابہؓ میں سے مخلصین کی ایک جماعت پیچھے رہ گئی تھی اور جنگِ بدر میں شریک ہونے والے صحابہؓ بھی سمجھتے تھے کہ اگر ان کو موقع ملتا تو وہ ویسی ہی قربانیاں کرتے جیسی ہم نے کی ہیں۔ وہ پیچھے ہٹنے والے نہیں تھے۔ پس مالکؓ اور ان جیسے لوگ یہ باتیں اخلاص اور تقویٰ سے کہتے تھے اور حقیقی عشق کی بناء پر ایسے دعوے کرتے تھے نہ کہ لاف و گزاف سے۔ ایسے لوگوں کے لئے خدا تعالیٰ نے اُحد کا موقع پیدا کر دیا۔ جب بعض مسلمانوں کی غلطی کی وجہ سے اسلامی لشکر تتّر بتّر ہو گیا۔ تو جہاں رسول کریم ﷺ کھڑے تھے وہاں کفار نے حملہ کر دیا۔ آپؐ کے اِرد گرد جو صحابہؓ حفاظت کے لئے کھڑے تھے ان میں سے بعض زخمی ہو کر گر گئے اور بعض شہید ہو گئے۔ خود رسول کریم ﷺ کے بعض دانت ٹوٹ گئے اور آپؐ بے ہوش ہو کر ایک گڑھے میں جا گرے۔ آپؐ پر بعض اَور صحابہؓ کی لاشیں آپڑیں جس سے لوگوں نے یہ سمجھا کہ رسول کریم ﷺ بھی شہید ہو گئے ہیں۔3 اس وقت تھوڑے بہت سپاہی جو میدان جنگ میں موجود تھے اور زیادہ گھبرا گئے۔ اور حضرت عمرؓ تو ایک پتھر کی چٹان پر بیٹھ کر رونے لگ گئے۔ اتنے میں وہی مالکؓ جو کہا کرتے تھے کہ اگر مَیں ہوتا تو دکھاتا کہ کس طرح لڑا کرتے ہیں ٹہلتے ٹہلتے حضرت عمرؓ کے پاس سے گزرے۔ جب اس جنگ کے شروع میں اسلام کو فتح ہوئی تھی اس وقت مالکؓ نے یہ سمجھ کر کہ بھگوڑوں کا پیچھا کیا کرنا ہے۔ ایک طرف الگ ہو کر کھجوریں کھانی شروع کر دی تھیں کیونکہ انہیں بھوک لگی ہوئی تھی۔ چند کھجوریں ان کے پاس تھیں اور وہ ایک پہاڑی کے دامن میں ٹہل ٹہل کر کھجوریں کھا رہے تھے اور آخری کھجور ان کے ہاتھ میں تھی۔ جب وہ ٹہلتے ٹہلتے ادھر آئے اور انہوں نے دیکھا کہ عمرؓ ایک پتھر پر بیٹھ کر رو رہے ہیں تو انہوں نے کہا عمرؓ! یہ کیا بیوقوفی کی بات ہے؟ خدا تعالیٰ نے اسلام کو فتح دی اور اسے کفار پر غلبہ عطا فرمایا ہے کیا تمہیں اسلام کے غلبہ پر رونا آتا ہے کہ اس طرح ایک چٹان پر بیٹھ کر آنسو بہا رہے ہو؟ انہوں نے کہا مالکؓ! شاید تمہیں پتہ نہیں کہ بعد میں کیا ہوا۔ مالکؓ نے کہا کیا ہوا؟ حضرت عمرؓ نے کہا معلوم ہوتا ہے تم فتح کے وقت پیچھے

آ گئے تھے اور تمہیں بعد کے حالات کا علم نہیں۔ بعد میں دشمن نے پھر حملہ کر دیا۔ مسلمان اس وقت غافل تھے نتیجہ یہ ہوا کہ تمام آدمی تتّر بتّر ہو گئے اور صرف چند آدمی رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے گرد رہ گئے۔ مگر کفار کا حملہ اس قدر بڑھا کہ آپ کے ارد گرد جو صحابہؓ کھڑے تھے وہ بھی یا تو زخمی ہو کر گر گئے یا شہید ہو گئے اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی آخر شہید ہو گئے۔ مالکؓ کے ہاتھ میں اُس وقت آخری کھجور تھی اور وہ اسے اپنے منہ میں ڈالنے ہی والے تھے۔ جب انہوں نے یہ بات سُنی تو کھجور اپنے ہاتھ سے پھینک دی اور کہا میرے اور جنت کے راستہ میں اس کھجور کے سوا کیا حائل ہے۔ پھر تعجب سے عمرؓ کو دیکھا اور کہا عمرؓ! اگر یہ بھی ہو گیا ہے تو پھر بھی رونے کی کونسی بات ہے۔ عمرؓ! ہمارا محبوب جس جگہ گیا ہے ہم کو بھی اس جگہ جانا چاہئے یا اس جگہ بیٹھ کر رونا چاہئے یہ کہہ کر تلوار اپنے ہاتھ میں لی اور دشمن پر حملہ کر دیا۔ اس جنگ میں کفار کی تعداد تین ہزار تھی اور تین ہزار کے لشکر پر اگر اکیلا شخص حملہ کرے تو اس کے متعلق یہی سمجھا جائے گا کہ وہ پاگل تھا۔ یہ درست ہے اور وہ لوگ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور اسلام کی محبت میں واقع میں پاگل تھے۔ اگر آج ہمیں ایسے پاگل مل جائیں تو اسلام کی فتح میں ہمیں کوئی شک باقی نہ رہے اور ہمارے دلوں میں کبھی کوئی بے اطمینانی پیدا نہ ہو۔ مالکؓ محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت میں مجنون تھا اور اس نے وہی نمونہ دکھایا جو ایک پاگل دکھاتا ہے اور جو محبت کا پاگل بھی دکھایا کرتا ہے۔ اُنہوں نے تلوار لی اور دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ مگر اکیلے کی تین ہزار کے مقابلہ میں کیا طاقت ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے جب بعد میں حالات بدل دیئے اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بھی افاقہ ہو گیا تو ایک پہاڑی کے دامن میں آپؐ نے اپنے آدمی جمع کئے اور فرمایا جاؤ اور تلاش کرو۔ اگر کوئی مسلمان زخمی ہوں تو ان کی خدمت کرو اور انہیں راحت اور آرام پہنچانے کی کوشش کرو۔ اور جو لوگ فوت ہو گئے ہیں اُن کو پہچانو اور اُن کی لاشیں جمع کرو تا کہ جنازہ پڑھا جائے۔ صحابہؓ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اس ہدایت کے مطابق مسلمان شہداء اور زخمیوں کی تلاش کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ اور انہیں مختلف جگہوں پر پڑی ہوئی کئی لاشیں ملیں۔ حضرت عمرؓ کی روایت کے مطابق وہ یہ تو سن چکے تھے کہ جب مسلمانوں کی فوج تتّر بتّر ہو چکی تھی مالکؓ اکیلے دشمن پر جا پڑے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ مالکؓ ضرور مارے گئے ہوں گے مگر باوجود تلاش کے انہیں

مالکؓ کی لاش نہ ملی۔ وہ لوگ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اَور مسلمانوں کی لاشیں تو مل گئی ہیں مگر مالکؓ کی لاش ہمیں نہیں ملی۔ رسول کریم ﷺ نے پھر یہ ہدایت دی کہ مالکؓ کی لاش تلاش کی جائے۔ چنانچہ انہوں نے پھر تلاش شروع کر دی اور آخر ایک لاش کے کئی ٹکڑے اُنہیں الگ الگ مقامات پر ملے۔ جب اُن ٹکڑوں کو جوڑا گیا تو ایک لاش بن گئی۔ مگر اس لاش کو پہچاننے والا کوئی نہیں تھا۔ کیونکہ نہ آنکھیں نظر آتی تھیں، نہ ناک نظر آتا تھا، نہ کان نظر آتے تھے، نہ چہرے کا گوشت نظر آتا تھا۔ ہر چیز ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مسخ ہو چکی تھی۔ آخر ایک انگلی سے مالک کی بہن نے پہچانا کہ یہ انگلی میرے بھائی کی ہے۔4 یہ وہ لوگ تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ مِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ۔5 مسلمانوں میں سے کچھ لوگ تو ایسے ہیں جنہوں نے جو کچھ کہا تھا اسے پورا کر کے دکھا دیا ہے اور کچھ ایسے ہیں جنہوں نے جو کچھ کہا تھا اسے پورا کر کے دکھانے کا موقع اُنہیں نہیں ملا۔ وہ ابھی انتظار کر رہے ہیں جب موقع آئے گا وہ بھی اپنی ہر چیز خدا اور اس کے رسول کے لئے قربان کر دیں گے۔ مالکؓ نے کہا تھا تم نے کیا کام کیا۔ مَیں ہوتا تو تم کو دکھاتا کہ اسلام کے لئے کس طرح لڑنا چاہیے۔ چنانچہ مالکؓ نے جو کچھ کہا تھا اسے پورا کر کے دکھا دیا۔ وہ زمین کے ذرات جن پر مالکؓ کے خون کے قطرات گرے، وہ زمین کے ذرات جن پر مالکؓ کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہر طرف پھیل گیا، وہ زمین کے ذرّات جن پر مالکؓ کی قبر بنی اور وہ خاک جو مالکؓ کی نعش کے اوپر ڈالی گئی اور جس خاک میں مالکؓ کی نعش مل کر خاک ہو گئی۔ اس خاک کا ایک ایک ذرہ شہادت دے رہا ہے کہ خدا کے عاشقوں اور اس کے دین کے عاشقوں کو کسی قسم کے خطرہ کی پروا نہیں ہو سکتی۔ وہ اپنی جان کو ایک بے حقیقت چیز کی طرح خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں اور اسلام کے لئے کسی قسم کی کوتاہی سے کام نہیں لیتے۔ آج مالکؓ کا ذرہ ذرہ ان لوگوں کو مجرم بنا رہا ہے جو قربانیوں میں حصہ لینے سے ہچکچاتے ہیں اور قیامت کے دن خدا ان کو ایسے لوگوں کے خلاف شاہد بنا کر کھڑا کرے گا اور ان سے کہے گا کہ دیکھو! تم نے بھی ویسا ہی اقرار خدا اور اس کے رسول سے کیا تھا جیسے مالکؓ نے کیا تھا۔ مگر تم اپنے اقرار کو وقت پر پورا نہ کر سکے اور مالکؓ نے اپنے اقرار کو پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ

قیامت کے دن لوگوں پر حجت تمام فرمائے گا اور مالکؓ کو بطور شاہد اُن کے سامنے پیش کرتے ہوئے فرمائے گا کہ مَیں نے تم کو اور مالکؓ کو الگ الگ جسم نہیں دیئے تھے۔ تم کو اور مالکؓ کو الگ الگ قسم کی قوتیں نہیں دی تھیں، تم کو اور مالکؓ کو الگ الگ قسم کے اختیارات نہیں دیئے تھے۔ جو کچھ مَیں نے مالکؓ کو دیا تھا وہی تم کو دیا تھا۔ مگر دیکھو! اس نے کیا کام کیا اور تم نے کیا کیا۔ عذر انسان بنایا ہی کرتا ہے مگر کیا ہر عذر قبول ہو جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۙ وَّ لَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ۔6 انسان عذر کرے گا مگر وہ سزا سے بچ نہیں سکے گا۔ چاہے ہزاروں عذر کرے کیونکہ ہر عذر اس قابل نہیں ہوتا کہ اسے قبول کیا جائے۔

پس مت خیال کرو کہ تم اپنے عذروں کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کو خوش کر سکتے ہو۔ مت سمجھو کہ تم اپنے عذروں کے ذریعہ سے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے اپنی گردن اونچی کر سکتے ہو۔ ☆ اگر تمہارے اندر مالی اور جانی قربانی کا وہ مادہ نہیں جس کی اس زمانہ میں ضرورت ہے تو تم نہ خدا کو منہ دکھانے کے قابل سمجھے جا سکتے ہو اور نہ آئندہ آنے والی نسلوں میں عزت کے ساتھ یاد رکھے جانے کے مستحق ہو سکتے ہو۔ قربانیوں کے دن قریب سے قریب تر آ رہے ہیں اور خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے مختلف ممالک میں ایسے دل تیار کر رہا ہے جو احمدیت کی آواز سننے کے لئے بیقرار ہیں۔ آخر وہ کونسی طاقت ہے جو مختلف ملکوں میں لوگوں کو اُکسا رہی ہے کہ جاؤ اور قادیان سے مبلغ مانگو۔ پھر کیا ہو سکتا ہے کہ ہم ان ممالک میں اپنے مبلغ نہ بھیجیں؟ یا ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے مبلغ تو بھیجیں لیکن ان کو خرچ نہ بھیجیں؟ ہم اگر اس وقت اپنی انتہائی طاقت صَرف نہیں کر دیتے تو یقیناً ہم ایک ایسے مقام پر کھڑے ہوں گے کہ نہ صرف آئندہ نئے مشن قائم کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہو گی بلکہ پہلے مشن بھی ہمیں مجبوراً بند کرنے پڑیں گے۔ تحریک جدید کی مالی حالت اتنی کمزور ہے کہ اس کا قیاس کر کے بھی ایک مخلص انسان کا دل گھٹنے لگتا ہے کیونکہ تحریک جدید کے چندہ سے اس کے اخراجات کا بجٹ زیادہ ہے۔ جس قدر آمد ہوتی ہے خرچ اس سے زیادہ ہو رہا ہے اور ابھی بہت سارا پچھلا قرضہ بھی باقی ہے جو ادا ہونے والا ہے۔ اسی طرح مبلغوں کی بھی ابھی کمی ہے۔ گو جب سے مَیں نے اس بات پر زور دیا ہے

☆ اصل مسودہ میں اس جگہ عبارت نہیں پڑھی جاتی۔

سینکڑوں نئی درخواستیں خدا تعالیٰ کے فضل سے آچکی ہیں اور بہت سے نئے مبلغ رکھے گئے ہیں لیکن پھر بھی مبلغین کی ہمیں ہمیشہ ضرورت رہے گی۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ سلسلہ کی اس ضرورت کو مدرسہ احمدیہ، جامعہ احمدیہ، واقفین تحریک جدید، تعلیم الاسلام کالج کے طلباء اور بیرونی کالجوں کے احمدی طالب علم بڑی آسانی سے پورا کر سکتے ہیں۔ مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ اپنے وقت کو ضائع ہونے سے بچائیں اور جلد از جلد اس کام کا اپنے آپ کو اہل ثابت کریں۔ لیکن اس کے علاوہ اور ضروریات کے لئے بھی ہمیں روپیہ کی ضرورت ہے۔

جہاں تک مَیں نے غور کیا ہے مَیں سمجھتا ہوں ہماری جماعت میں ابھی چندہ کی بہت گنجائش پائی جاتی ہے اور جتنا چندہ اس وقت جماعت دیتی ہے اگر وہ صحیح طور پر کوشش کرے تو اس سے دُگنا چندہ دے سکتی ہے۔ اگر ہمارے کمزور اپنی کمزوری کو چھوڑ دیں، ہمارے سُست اپنی سُستی کو چھوڑ دیں اور ہماری جماعت کے مخلص اَور زیادہ قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو بڑی آسانی سے موجودہ جماعت کے افراد سے ہی دُگنا چندہ اکٹھا ہو سکتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اگلے دو تین سال تک کے اخراجات کا بوجھ موجودہ جماعت ہی برداشت کر سکتی ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہی اگر تبلیغ پر زور دیا جائے تو دو تین سال کے بعد نئے آدمیوں کے شامل ہو جانے کی وجہ سے ہمارے اندر وہ طاقت پیدا ہو جائے گی جو اَب نہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر شخص جوش سے تبلیغ کرے اور اپنی طاقت کے مطابق قربانی کرے بلکہ اگر ہو سکے تو اپنی طاقت سے بڑھ کر قربانی کرنے کی کوشش کرے اور جماعت کی تعداد کو تبلیغ پر زور دے کر زیادہ سے زیادہ بڑھائے۔ دنیا میں کنویں کبھی کام نہیں دے سکتے جب تک آسمان سے بارش نازل نہ ہو۔ اسی طرح کسی جماعت کا اپنا چندہ اُس وقت تک کافی نہیں ہو سکتا جب تک باہر سے بھی اس کے چندہ کے اضافہ کی صورت پیدا نہ ہو۔ جس طرح کنویں بغیر بارشوں کے قائم نہیں رہ سکتے اِسی طرح کوئی جماعت بغیر تبلیغ کے زندہ نہیں رہ سکتی، چاہے کسی جماعت کے دس کروڑ افراد ہوں یا دس ارب۔ جب تک اس میں باہر سے نئے آدمی آکر شامل نہ ہوں اُس وقت تک اس کا ایمان مضبوط نہیں ہو سکتا۔

پس اپنے ایمان کی مضبوطی کے لئے بھی تبلیغ ایک نہایت ضروری چیز ہے۔ علاوہ اس

کے کہ یہ رحم ہے اُن لوگوں پر جو ہدایت اور نور سے محروم ہوں۔ یہ رحم ہے اپنے آپ پر کیونکہ خدائی سنت یہ ہے کہ کوئی جماعت اپنے ایمان کو قائم نہیں رکھ سکتی جب تک اس میں نومسلم داخل نہ ہوں۔ یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ آدم سے لے کر اب تک خدا تعالیٰ کی یہ عادت چلی آئی ہے اور قیامت تک چلتی چلی جائے گی۔ اور یہ سنت اپنے اندر بہت بڑی حکمتیں رکھتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنے اندر اخلاص پیدا کیا جائے اور تبلیغ پر زیادہ سے زیادہ زور دیا جائے۔ اگر یہ دو خاصیتیں تم اپنے اندر پیدا کرلو تو تمہارے متعلق سمجھا جاسکتا ہے کہ تم آنے والی جنگ کے لئے تیاری کر رہے ہو۔ تب تم میں سے بُہتوں کو مالکؓ کی طرح قربانی کرنے کی توفیق مل جائے گی اور بُہتوں کو اگر مالکؓ کی طرح نہیں تو اتنی قربانی پیش کرنے کی توفیق ضرور مل جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں اِتنے نمبر مل جائیں گے جتنے نمبر امتحان میں پاس ہونے والے کے لئے مقرر ہوتے ہیں۔"

(الفضل 20 جون 1946ء)

1: اَلْاِسْتِیْعَابُ فِیْ مَعْرِفَةِ الْاَصْحَاب جلد 3 صفحہ 191۔ مطبوعہ بیروت 1995ء

2: سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 272، 273 مطبوعہ مصر 1936ء

3: سیرت ابن ہشام جلد 3 صفحہ 84، 85، 88۔ مطبوعہ مصر 1936ء

4: سیرت ابن ہشام جلد 3 صفحہ 88 مطبوعہ مصر 1936ء میں حضرت انس بن نضر کا ذکر ہے۔

5: الاحزاب: 24

6: القیٰمۃ: 15، 16